© rasailojaraid.com

کرنیں

مدارس وحکومت مذاکرات......ایک جائزہ

مدیر کے قلم سے

حکومت کے ساتھ دینی مدارس کی قیادت کی تازہ ملاقات جمعرات ۲۲ ستمبر ۲۰۰۵ء کو وزارت مذہبی امور کی کمیٹی روم میں ہوئی مدارس کا مطالبہ ہے کہ رجسٹریشن سابقہ قانون ۱۸۶۰ کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت کی جائے، حکومت نے اس میں چار دفعات پر مشتمل ایک نئے سیکشن کا اضافہ کیا ہے جن پر ارباب مدارس کو کچھ تحفظات وخدشات تھے، تازہ ملاقات کے بعد طے یہ ہوا کہ حکومت ان تحفظات کے ساتھ اسے اسمبلیوں سے منظور کرائے گی۔

صدر پرویز مشرف صاحب اکتوبر ۱۹۹۹ء کو برسراقتدار آئے، ۱۸ اگست ۲۰۰۱ء کو انہوں نے بائیس دفعات پر مشتمل ''ماڈل دینی مدارس آرڈیننس'' جاری کیا، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ نے ۲۷ اگست ۲۰۰۱ء کو اسے اپنے اجلاس میں متفقہ طور پر مسترد کردیا، اس کے تقریباً ایک سال بعد ۱۹ جون ۲۰۰۲ کو وفاقی کابینہ نے ۲۹ دفعات پر مشتمل ''مدرسہ رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن آرڈیننس'' کی منظوری دی، اس آرڈیننس میں ملک کے تمام مدارس کو پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یعنی ماڈل دینی مدارس بورڈ سے الحاق کا پابند بنایا گیا تھا، ۱۸ جولائی ۲۰۰۲ء کو اتحاد تنظیمات کا اجلاس ہوا، جس میں اسے کلی طور پر مسترد کردیا، چناں چہ ماڈل مدارس کے سوا اس نئے قانون کے تحت کسی مدرسہ نے رجسٹریشن نہیں کرائی، یکم جون ۲۰۰۴ کو وفاقی وزارت داخلہ نے اپنے نوٹیفکیشن نمبر 40/30/99/Poll1-2 میں دینی مدارس کی رجسٹریشن پر عائد پابندی اٹھانے کا اعلان کیا اور تمام صوبوں کو ہدایت کی کہ وہ مدارس اور مساجد کی رجسٹریشن حسب سابق ۱۸۶۰ کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت کریں، پہلے سے رجسٹرڈ مدارس کی نئی رجسٹریشن کی شرط بھی ختم کردی گئی تھی، وفاق المدارس نے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا اور اسے مدارس کے متحدہ موقف کی فتح قرار دیا، لیکن ان ہدایات کا کوئی عملی نتیجہ سامنے نہیں آیا، یہاں تک گزشتہ ماہ مدارس رجسٹریشن کا ایک نیا آرڈیننس جاری ہوا اور آج کل مدارس کی قیادت اس کے مضر پہلو کی صفائی میں لگی ہوئی ہے۔ صدر پرویز مشرف صاحب کے اقتدار میں آنے کے بعد ان سے دینی مدارس کی قیادت کی مدارس کے معاملات دو تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں، پہلی ملاقات ۲۷ دسمبر ۲۰۰۱ء کو ہوئی، اور دوسری ملاقات ۷ ستمبر ۲۰۰۴ء کو ہوئی، رجسٹریشن، سندات کی آئینی حیثیت، غیر ملکی طلبہ کی ملک بدری اور مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ مہم...... یہ چار ''حکومت مدارس مذاکرات'' کے بنیادی ایشوز ہیں، رفاہی اداروں کے لیے رجسٹریشن کا ایک قانون موجود ہے، حکومتی اہل کاروں کا کہنا ہے کہ وہ فرسودہ ہو چکا ہے اور اب نئے قانون کی ضرورت ہے سوال یہ ہے کہ این جی اوز اور دوسرے رفاہی ادارے اسی قانون کے تحت رجسٹرڈ ہو رہے ہیں، صرف مدارس کے لیے اسے ناکافی سمجھنا، مدارس کے ساتھ امتیازی سلوک کے زمرے میں آتا ہے...... یہی معاملہ غیر ملکی طلبہ کا ہے مدارس مخالف ذہنوں کی پالیسی کا اصل مقصد یہ ہے کہ غیر ملکی طلبہ اپنے اپنے ملکوں میں جاتے ہیں تو وہ اپنی مادر علمی کے ساتھ مالی تعاون کا بھی ذریعہ بنتے ہیں، ان کی تعلیم پر پابندی لگانے سے مدارس کو ملنے والی بیرون امداد رک جائے گی اور اس طرح مدارس کے قیام وبقا میں خلل واقع ہوگا ورنہ ملک وملت کی افادیت کے نقطہ نظر سے اس میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ یہ طلبہ یہاں سے جاکر اپنے ملکوں میں پاکستان کے لیے مخلص سفیروں کا کردار ادا کرتے ہیں۔

اسناد کے سلسلے میں مدارس کا موقف ہے کہ ان کے وفاقوں کو بورڈ کا درجہ دیا جائے اور اس کی دو نظیریں پہلے سے موجود ہیں ایک آغا خان بورڈ اور دوسرا مدرسہ ایجوکیشن بورڈ...... یا پھر انہیں امتحانی یونی ورسٹیوں کا رتبہ دیا جائے کیوں کہ ایک امتحانی یونی ورسٹی کی منظوری کے لیے جس قدر شرائط اور آئینی تقاضے ہیں ان کو مدارس کے وفاق بدرجہ اتم پورا کرتے ہیں تاہم حکومت کو خدشہ ہے کہ مدارس کے وفاقوں کو بورڈ یا یونی ورسٹی کا درجہ دینے کے بعد، وہ اور مستحکم اور مضبوط ہو جائیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کے بعض ذمے دار حکام مدارس کے معاملے میں سنجیدہ اور مخلص ہیں لیکن مدارس کے حق میں کوئی فیصلہ جانے سے پہلے، کچھ ناگہانی ہاتھ اسے روک دیتے ہیں یا اس میں ترامیم کر کے اس کی افادیت کو کم کر دیتے ہیں...... لیکن الحمدللہ مدارس کی قیادت کی حکومتی اقدامات پر پوری نظر ہے۔

© rasailojaraid.com